AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

A Research Review of the Effects of the Prohibition of Hoarding and Accumulation in Islam on The Economy

اسلام میں احتکار و اکتناز کی ممانعت کے معیشت پر اثرات کا تحقیقی جائزہ

Syed Riaz Hussain

PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies,The Islamia University of Bahawalpur

riazhussain72512@gmail.com

Dr. Muhammad Shafiq Anjum

Assistant Professor , Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur
shafiqanjum@iub.edu.pk

Abstract

This research review examines the economic and ethical implications of Islam's prohibition of hoarding (ihtikār) and excessive accumulation of wealth (kanz) in both classical Islamic jurisprudence and contemporary economic contexts. Rooted in Qur'anic commandments (e.g., Surah At-Tawbah 9:34-35) and Prophetic traditions (e.g., "Whoever hoards is a sinner" – Sahih Muslim), Islamic teachings strongly condemn practices that restrict the circulation of wealth and exploit market needs.The paper analyzes the core rationale behind the prohibition of hoarding: preventing artificial scarcity, price manipulation, monopolistic behavior, and socioeconomic inequality. The study reviews the legal definitions and conditions of ihtikār in classical fiqh across different madhāhib (schools of law), and evaluates their relevance in modern supply chain and financial systems.Furthermore, the review explores empirical and theoretical studies on how anti-hoarding principles align with Islamic economic objectives such as risk-sharing, wealth circulation (tadāwul al-tharwa), and communal welfare (maṣlaḥah 'āmmah). It also assesses the influence of these values on market stabilization, ethical entrepreneurship, and social justice.The paper concludes that the Islamic prohibition of hoarding promotes economic balance, deters exploitation, and contributes to a more inclusive and sustainable economic model. However, effective implementation in modern capitalist systems requires adaptation through policy instruments, regulatory frameworks, and Islamic financial models.

Keywords: Islam, Moral evils, Hoarding and Accumulation, Nation, precursor

تعارف:

اسلام ایک مکمل دین اور نظام حیات ہے جو ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے اور اگر کوئی معاشرہ یا فرد اس سے کنارہ کشی کرتا ہے تو اس میں ایسی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو معاشرہ کی تعمیر و ترقی اور اخلاقی اقدار کے لیے مضمر ثابت ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک برائی احتکار و اکتناز یعنی ذخیرہ اندوزی ہے جو معاشرے میں ناانصافی اور بے چینی کی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ معاشرے کے وہ لوگ جنہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دولت جیسی نعمت سے نوازا ہے وہ ایسے وقت میں روزمرہ کی اشیاء سستے داموں خرید کر بہت بڑی مقدار میں سٹور کر لیتے ہیں اور چند مہینوں بعد جب ان اشیاء کی قیمتیں ذخیرہ اندوزی کے باعث آسمان سے باتیں کر رہی ہوتی ہیں تو اسے بہت مہنگے داموں فروخت کر کے بہت زیادہ نفع حاصل کرتے ہیں۔ ایسی غریب کش حرکتوں سے معاشرے میں بدامنی، بے چینی اور دوسری معاشرتی برائیوں جیسا کہ قتل و غارت اور لوٹ مار وغیرہ میں بے تحاشا اضافہ ہوتا ہے جو ایک معاشرے اور ملک کو تباہی کے دہانے پر لے کر جا سکتا ہے۔

احتکار کا معنی و مفہوم:

ابن منظور لکھتے ہیں:

"حكر الحَكْرُادِّخارُ الطَّعَامِ للتَّرَبُّصِ، وصاحبُه مُحْتَكِرٌ ابْنُ سِيدَهْ الاحْتِكارُ جَمْعُ الطَّعَامِ وَنَحْوِهِ مِمَّا يُؤْكَلُ واحتباسُه انْتِظارَ وَقْتِ الغَلاء بِه۔"[1]

"ذخیرہ اندوزی: ذخیرہ اندوزی رہائش کے لیے کھانا ذخیرہ کرنا ہے، اور اس کا مالک ذخیرہ اندوز ہے۔ ابن سیدہ: ذخیرہ اندوزی خوراک اور اسی طرح کی خوردنی اشیاء کو جمع کرنا اور اسے زیادہ قیمتوں کے وقت کی توقع میں رکھنا ہے"۔

ابن منظور مزید لکھتے ہیں:

"الحَكْرُ الظُّلْمُ والتنَقُّصُ وسُوءُ العِشْرَةِ"۔[2]

"حکر سے مراد ظلم، (اشیائے ضرورت کی) بتدریج قلت پیدا کرنا اور برا معاشرہ (تخلیق کرنا) ہے"۔

علامہ زبیدی کہتے ہیں:

"إنّهم ليتَحَكَّرُون فِي بَيْعِهم أَي يَنْظُرُونَ ويَتَبَرَّصون.أَي اشْتَرَاه وحَبَسِ ليَقِلَّ فيَغْل و الاحتباس انتظار وقت الغلاء به"۔[3]

"وہ اپنی فروخت پر اجارہ داری کرتے ہیں، یعنی وہ دیکھتے اور انتظار کرتے ہیں۔ یعنی اس نے اسے خرید کر واپس رکھا تاکہ کم ہو اور پھر بڑھ جائے۔ اشیاء کو گراں بیچنے کے لئے روک رکھنا احتکار کہلاتا ہے"۔

ابن الاثیر نے احتکار کی اصطلاحی تعریف یہ بیان کی ہے:

"مَنِ احْتَكَرَ طَعاما فَهُوَ كَذَا أَي اشْتَرَاهُ وحبَسه ليَقلَّ فيَغْلُو"۔[4]

"اشیاء خوردنی کا ذخیرہ کرنا یعنی ان کو خرید کر اپنے پاس رکھ لینا تاکہ ان کی قلت ہو اور ان کی قیمتیں بڑھ جائیں"۔

احتکار کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاحی طور پر اس کا مطلب یہ ہے کہ غلہ اور دوسری اشیاء کو اس غرض سے ذخیرہ کر لیا جائے کہ ان کی قیمت فروخت زیادہ ہو جائے اور من چاہی قیمت وصول کرنے کا موقع مل جائے. احتکار ایک لحاظ سے اشیاء کی رسد کو روک کر مصنوعی قلت پیدا کرنا ہے۔ یہ ایک شدید معاشی برائی ہے جو کسی بھی معاشرہ میں زبردست معاشی بحران پیدا کرتی ہے۔[5]

"أَمَّا فِي الشَّرْعِ فَقَدْ عَرَّفَهُ الْحَنَفِيَّةُ بِأَنَّهُ: اشْتِرَاءُ طَعَامٍ وَنَحْوِهِ وَحَبْسُهُ إِلَى الْغَلاَءِ. وَعَرَّفَهُ الْمَالِكِيَّةُ بِأَنَّهُ رَصْدُ الأَسْوَاقِ انْتِظَارًا لارْتِفَاعِ الأَثْمَانِوَعَرَّفَهُ الشَّافِعِيَّةُ بِأَنَّهُ اشْتِرَاءُ الْقُوتِ وَقْتَ الْغَلاَءِ، وَإِمْسَاكُهُ وَبَيْعُهُ بِأَكْثَرَ مِنْ ثَمَنِهِ لِلتَّضْيِيقِ. وَعَرَّفَهُ الْحَنَابِلَةُ. بِأَنَّهُ اشْتِرَاءُ الْقُوتِ وَحَبْسُهُ انْتِظَارًا لِلْغَلاَءِ"۔[6]

"اسلامی قانون میں، احناف نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے: خوراک وغیرہ خریدنا اور قیمتوں میں اضافے تک اسے رکھنا۔ مالکیوں نے اسے مارکیٹوں کی نگرانی کے طور پر بیان کیا، قیمتوں میں اضافے کا انتظار کرنا۔ شافعیوں نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ مہنگی ہونے کے وقت سے پہلے کھانا خریدنا، اسے رکھنا اور اس کی قیمت سے زیادہ قیمت پر فروخت کرنا۔ حنبلیوں نے اسے خوراک خریدنے اور اسے زیادہ قیمت کی توقع میں رکھنے سے تعبیر کیا ہے"۔

ملا علی قاری نے احتکار کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"هُوَ حَبْسُ الطَّعَامِ حِينَ احْتِيَاجِ النَّاسِ بِهِ حَتَّى يَغْلُو"۔

"یہ کھانے کو روکنا ہے جب لوگوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے جب تک کہ یہ مہنگا نہ ہو جائے"۔

اکتناز کا معنی و مفہوم:

اکتناز لفظ کنز سے ماخوذ ہے۔ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں:

" الكَنْزُ فِي الأَصل الْمَالُ الْمَدْفُونُ تَحْتَ الأَرض"۔[7]

کنز اصل میں زمین کے نیچے دفن شدہ مال کو کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں احتکار و اکتناز کی ممانعت:

قرآن کریم میں احتکار و اکتناز کی شدید مذمت اور وجوب انفاق کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ التوبۃ میں ارشاد ہے:

" وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ-فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ -يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ-هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۔ [8]

"اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو"۔

تفسیر طبری میں ہے:

"عن ابن عمر قال :كل مال أدَّيت زكاته فليس بكنز وإن كان مدفونًا. وكل مالٍ لم تؤدَّ زكاته، فهو الكنز الذي ذكره الله في القرآن، يكوى به صاحبه، وإن لم يكن مدفونًا."

"حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ جس مال کی زکوۃ دی گئی وہ کنز نہیں (یعنی وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہیں) خواہ دفینہ (زمین میں دفن شدہ خزانہ) ہی ہو اور جس کی زکوۃ نہ دی گئی وہ کنز ہے جس کا ذکر قرآن میں ہوا کہ اس کے مالک کو اس سے داغ دیا جائے گا"۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں:"کنز کے لغوی معنی اس مال کے ہیں جو کسی ظرف میں محفوظ کرکے رکھا گیا ہو، یا زیر زمین دفن کر دیا گیا ہو، لیکن حدیث نبوی ﷺ اور اصلاح شرعی میں کنز سے مراد وہ مال لیا گیا ہے جس کی زکوۃ ادا نہ کی جائے اور جس کی زکوۃ ادا ہوتی رہے، اس پر اطلاق کنز کا نہ ہوگا۔ محدث بیہقی نے نافع مولیٰ ابن عمرؓ صحابی سے روایت کی ہے کہ جس مال کی زکوۃ ادا ہو چکی، وہ کنز نہیں ہے، چاہے زمین کے سات پردوں میں گڑا ہو اور جس کی زکوۃ ادا نہیں ہوئی، وہ کنز ہے، چاہے سطح زمین پر کھلا پڑا ہو۔ یہ قید خوب ذہن نشین رہے کہ وعید انہی لوگوں کے حق میں ہے جو غایت حرص کی بنا پر مال کے حقوق واجب ادا نہیں کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید نے جس مال کو مذموم قرار دیا ہے وہ مطلق جمع نہیں، بلکہ صرف وہ جمع ہے جس میں ضروری مصارف خیر کی گنجائش نہ رکھی جائے اور اس مفہوم پر بجز ایک صحابیؓ ابوذرؓ اور چند اہل زہد کے باقی اکابر صحابہؓ اکابر تابعین اور جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ اس آیت میں سونے اور چاندی کا نام بطور مثال اور نمونہ کے لیے دیا گیا کہ عموماً مال و جائیداد کے بڑے ذریعہ یہی ہیں، یہ مراد نہیں کہ حصول دولت و جمع دولت کا حصر انہیں دو چیزوں میں ہے اور اکتناز کرنے والوں کے لیے اتنی صریح، شدید، مؤکد وعید عذاب سے ظاہر ہے کہ بڑے بڑے کوٹھی وال مہاجنوں، بینکروں کی طرح سونے چاندی کے ڈھیر پر ڈھیر جمع کرتے رہنے کی گنجائش اسلام میں نہیں ۔ [9]

سورۃ الحشر میں ارشاد ہے:

"كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ۔ [10]

"تاکہ (سارا مال صرف) تمہارے مال داروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے"۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۔الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ۔يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ۔كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ [11]

"اس کے لیے خرابی ہے جو لوگوں کے منہ پر عیب نکالے، پیٹھ پیچھے برائی کرے۔(خرابی و تباہی ہے اس شخص کے لئے) جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے، وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی دولت اسے ہمیشہ زندہ رکھے گی ہرگز نہیں! وہ ضرور حطمہ یعنی چوراچورا کر دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا"۔

تفسیر طبری میں ہے:

الذي جمع مالا وأحصى عدده، ولم ينفقه في سبيل الله، ولم يؤد حق الله فيه، ولكنه جمعه فأوعاه وحفظه. يحسب أن ماله الذي جمعه وأحصاه، وبخل بإنفاقه، مخلده في الدنيا، فمزيل عنه الموت.[12]

"جس نے مال جمع کیا اور اس کی گنتی کی لیکن اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیا اور نہ اس میں اللہ کا حق ادا کیا بلکہ اس نے اسے جمع کیا، ذخیرہ کیا اور محفوظ کیا۔ وہ سمجھتا ہے کہ جو مال اس نے جمع کیا اور گن لیا ہے لیکن خرچ کرنے میں بخل کیا ہے وہ اسے اس دنیا میں امر کر دے گا اور موت کو اس سے دور رکھے گا"۔

قرآن حکیم نے نہ صرف احتکار و اکتناز کی ممانعت و مذمت کی بلکہ انفاق فی سبیل اللہ کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے۔

"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ"۔[13]

"تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو، اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے"۔

نیکی کی اصل روح خدا کی محبت ہے، ایسی محبت کہ رضائے الٰہی کے مقابلے میں دنیا کی کوئی چیز عزیز تر نہ ہو۔ جس چیز کی محبت بھی آدمی کے دل پر اتنی غالب آجائے کہ وہ اسے خدا کی حقیقت پر قربان نہ کر سکتا ہو، بس وہی بت ہے، اور جب تک اُس بت کو آدمی توڑ نہ دے، نیکی کے دروازے اس پر بند ہیں۔ اس روح سے خالی ہونے کے بعد ظاہری تشریع کی حیثیت محض اُس چمک دار روغن کی سی ہے جو گھن کھائی ہوئی لکڑی پر پھیر دیا گیا ہو۔ انسان ایسے روغنوں سے دھوکا کھا سکتے ہیں، مگر خدا نہیں کھا سکتا۔[14]

اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو اپنے مال سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ اگر مال کی محبت غالب آجائے تو انسان قرب الٰہی نہیں پا سکتا۔ اور ساری زندگی احتکار و اکتناز کے معاملات میں پھنس کر کثرت مال کی خواہش میں لگا رہتا ہے۔ حضرت ابو طلحہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ قابل تقلید ہے۔

"حضرت ابو طلحہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مدینے میں بڑے مالدار تھے، انہیں اپنے اموال میں بَیْرُحَاء نامی ایک باغ بہت پسند تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں کھڑے ہو کر عرض کی: مجھے اپنے اموال میں "بَیْرُحَاء" باغ سب سے پیارا ہے۔ میں اسی کو راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور پھر حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سرکارِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اشارے پر وہ باغ اپنے رشتے داروں میں تقسیم کر دیا۔[15]

"الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ-[16]

"جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز کو (تمام حقوق کے ساتھ) قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے (ہماری راہ) میں خرچ کرتے ہیں"۔

مال کا صرف کرنا بڑی جواں مردی کا کام ہے۔ اور بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ سینکڑوں روزے رکھوالو بے شمار نماز پڑھوالو مگر دینے کا کچھ ذکر نہ کرو۔ چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جانے یہ بخل دنیا و آخرت میں مضر ہے دنیا کا یہ ضرر ہے کہ جب اقارب اور ماں باپ پر سختی ہے اور وہ اس کی طرف احتیاج لاتے ہیں اور جس سے اس کے ان کاروبار میں کہ جو عزیز اور دوستوں کی مدد اور اعانت سے متعلق ہیں فرق آتا ہے اور یہ سب کی آنکھوں میں حقیر اور مکروہ دکھلائی دیتا ہے۔ اس کے مرنے کی لوگ آرزو کیا کرتے ہیں۔ الغرض ان ہی وجوہ سے اس پر بڑی مشکلیں پیش آتی ہیں اور حقداروں کی بد دعائیں اس کے لئے مصائب بن جاتی ہیں ۔[17]

"وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا''-[18]

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ پورا کھول دو کہ پھر ملامت میں، حسرت میں بیٹھے رہ جاؤ۔

انفاق کا ادب بیان کیا جارہا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان بخل کرے کہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات پر بھی خرچ نہ کرے اور نہ فضول خرچی ہی کرے کہ اپنی وسعت اور گنجائش دیکھے بغیر ہی بے دریغ خرچ کرتا رہے۔ بخل کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انسان، قابل ملامت و مذمت قرار پائے گا اور فضول خرچی کے نتیجے میں محسور (تھکا ہارا اور پچھتانے والا) محسور اس جانور کو کہتے ہیں جو چل چل کر تھک چکا اور چلنے سے عاجز ہو چکا ہو۔ فضول خرچی کرنے والا بھی بالآخر خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ، یہ کنایہ ہے بخل سے اور "نہ اسے بالکل ہی کھول دے" یہ کنایہ ہے فضول خرچی سے۔ مَلُومًا مَّحْسُورًا لَفُّ نَشْرٍ مُرَتَّبٌ ہے، یعنی ملوم بخل کا اور محسور فضول خرچی کا نتیجہ ہے۔[19]

وَ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا''-[20]

اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان اعتدال سے رہتے ہیں۔

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ[21]-

"لوگ آپ یہ بھی سے پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ فرمادیں جو ضرورت سے زائد ہے (خرچ کر دو)"۔

عفو سے مراد جو کچھ ضرورت سے زیادہ ہو۔ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ بعض لوگ کنز کی صورت میں مال و دولت کو دفنا کر رکھتے ہیں۔ نہ گھر والوں پر خرچ کرتے ہیں اور نہ ہی صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔ عفو سے مراد صدقہ کی کوئی معین مقدار نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ[22]-

"اے ایمان والو! ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہو گی" ۔

"وَ الَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ۔ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ"۔[23]

"اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے۔اس کے لیے جو مانگے اور اس کے لیے جو محروم رہے"۔

مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی لکھتے ہیں:

ان آیات میں اداء زکوۃ و صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن کریم میں ایک بہت بڑا ذخیرہ ان ہی احکام کی ترغیب و ترہیب (رغبت دلانا اور ڈرانا) ان سے متعلق احکام اور تفصیلات پر مبنی ہے اور ان سب کی روح یہ ہے کہ دولت و ثروت جمع و ذخیرہ کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف و خرچ کے لیے ہے اور اس کا مصرف ذاتی و انفرادی تعیش (Personal & Individual Luxuries) کی بجائے انفرادی و اجتماعی ضروریات کی کفالت (Maintenance) ہے۔ اسی لیے ان آیات کی تفسیر (Exegesis) میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس مال میں سے زکوۃ اور دوسرے مالی فرائض ادا نہ کیے گئے ہوں تو وہ مال احتکار و اکتناز کی فہرست میں شامل اور کنز" سے متعلق وعید کا مصداق ہے اور اسی قسم کی دولت و ثروت کا نام " سرمایہ داری ہے اور یہ حرام اور باطل ہے اور تباہ کر دینے کے قابل۔ اور اپنی ضروریات اور اہل و عیال کی حاجات اصلیہ () (Basic Necessities) اور مالی فرائض و واجبات (Financial Obligations) کے اداء کے بعد بھی دولت باقی بچے تو اس کا پس انداز کرنا اگرچہ جائز ہے مگر خلافِ اولیٰ ہے کیونکہ اب اس مال پر اجتماعی حقوق عائد ہو چکے ہیں اور اب اس کو اجتماعی حاجات میں صرف ہونا چاہیے۔ اور جمہور کے خلاف حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض علماء اسلام اس کو بھی جمع کر کے رکھنا حرام بتاتے ہیں۔ اور ان آیات زکوۃ و صدقات اور منع اکتناز و احتکار کے علاوہ آیات میراث اور قانون وراثت بھی اسی حکمت پر مبنی ہے کہ دولت و ثروت جمع و ذخیرہ" کے لیے نہیں ہے بلکہ تقسیم اور پھیلنے کے لیے ہے تاکہ اس کا افادہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو سکے۔[24]

احادیث میں احتکار و اکتناز کی ممانعت:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ كُلُّ مَالٍ أَدَّيْتَ زَكَاتَهُ وَإِنْ كَانَ تَحْتَ سَبْعِ أَرَضِينَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ، وَكُلُّ مَالٍ لَا تُؤَدِّي زَكَاتَهُ فَهُوَ كَنْزٌ۔[25]

"ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر وہ مال جس کی تم نے زکوۃ ادا کی ہو، خواہ وہ سات زمینوں کے نیچے ہو، خزانہ نہیں اور ہر وہ مال جس کی تم زکوۃ ادا نہیں کرتے وہ خزانہ ہے"۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم :مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ۔[26]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو غلہ روکے وہ خطاکار ہے"۔

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُمَنْ دَخَلَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَسْعَارِ الْمُسْلِمِينَ لِيُغْلِيَ عَلَيْهِمْ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَقْذِفَهُ فِي مُعْظَمِ جَهَنَّمَ رَأْسُهُ أَسْفَلُهُ[27]

"جو شخص مسلمانوں کے بازار کے نرخ میں اس لئے دخل دے کہ اسے گراں کرے تو رب تعالیٰ کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن اسے سر کے بل جہنم کی زبردست آگ میں جھونک دے"۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَمَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللَّهِ وَبَرِئَ اللَّهُ مِنْهُ[28]

"جو شخص چالیس دن تک غلہ روک کر رکھتا ہے (اور اس کے مہنگا ہونے کا انتظار کرتا ہے) وہ اللہ کے ذمہ سے بری ہے اور اللہ اس سے بری ہے"۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَالِبُ مَرْزُوقٌ، وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ[29]

"بازار میں مال لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت بھیجی جاتی ہے"۔

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ :قَالَ رسول الله صلى الله عليه وسلم " :مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ. فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ

" جو کوئی سونا اور چاندی جمع کرتا ہے پھر اس سے حق ادا نہیں کرتا۔ قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی۔ انہیں جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس کے پہلو، پیشانی اور اس کی پیٹھ کو داغ دیا جائے گا"۔

حضرت ابو خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ .قَالَ :فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم)مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ. وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ[30].

"تم میں جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے اور جس کے پاس ضرورت سے زائد زاد راہ ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ام مختلف اصناف مال کا ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ ضرورت سے زائد کسی شے میں بھی ہمارا حق نہیں رہا"۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول بیان کرتے ہیں:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُؤْتَى بِمِسْكِينٍ يَأْكُلُ مَعَهُ۔[31]

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کھانا تناول نہیں فرماتے تھے جب تک کوئی حاجت مند آپ کے ساتھ شریک نہ ہو جاتا"۔

عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ :قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ، لأَخَذْتُ فُضُولَ أَمْوَالِ الأَغْنِيَاءِ، فَقَسَمْتُهَا عَلَى فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ-[32]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک مجھے اس امر کا خیال پہلے آجاتا تو میں مالداروں کی زائد دولت لے کر فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیتا۔

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً، يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ-[33]

"سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان لوگوں کو دیکھا جو اناج کے ڈھیر (بغیر تولے ہوئے محض اندازہ کرکے) خرید لیتے ان کو مار پڑتی تھی اس لیے کہ جب تک اپنے گھر نہ لے جائیں نہ بیچیں"۔

یعنی ابھی غلہ مکمل پک کر تیار نہیں ہوتا تھا مگر لوگ روپیوں کے بدلے روپیوں کا سودا کر لیتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ[34] .

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھانا بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ اس پر مکمل قبضہ نہ کرلے"۔

عہد رسالت میں احتکار کی دو مروجہ صورتیں تھیں :

1۔بیع حاضر للباد 2۔بیع تلقی الرکبان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ،[35]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ شہر والا دیہات والوں کے لیے بیچنے کا کام کرے"۔

قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى " :أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ "وَزَادَ غَيْرُ الزُّهْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم - دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللَّهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ-

"شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمیں سفیان نے زہری کی سند سے، ابن المسیب کی سند سے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شہر کے رہنے والے کو عزیر کے پاس بیچنا نہیں چاہیے۔ مزید فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کو چھوڑ دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض سے رزق دے گا۔"

فقہاء اسلام نے "بیع حاضر لباد" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایک تاجر کا سامان تجارت شہر میں موجود ہے مگر وہ صرف اپنی نفع اندوزی اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی قبیح خواہش کی تکمیل کے لیے شہریوں کی ضروریات جاننے کے باوجود اپنا سامان ان کے ہاتھوں فروت نہ کرے بلکہ دیہات میں جاکر سادہ لوح دیہاتیوں کو مہنگے داموں فروخت کرے۔" بیع حاضر لباد" کی دوسری شکل یہ بھی ہے کہ شہری دیہاتیوں کے

درمیان مانع بن کر خود دیہاتیوں کی جانب سے ذمہ دار بن کر گراں قیمت پر اشیاء خرید کر آتا ہے۔ اگر شہری کا یعمل فریقین میں سے کسی کے لیے بھی نقصان کا باعث بنے تو یہ کاروبار ممنوع ہے لیکن اگر وہ صرف دلال کا کام کرے اور اس کی نیت اور عمل دونوں سے کسی فریق (دیہاتی یا شہری کو نقصان نہ پہنچے تو یہ عمل (دلالی) درست ہے۔[36]

تلقی الرکبان کے متعلق بخاری کی روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ :كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِي مِنْهُمُ الطَّعَامَ، فَنَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَبِيعَهُ حَتَّى يُبْلَغَ بِهِ سُوقُ الطَّعَامِ[37].

"عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ہم غلہ لانے والے قافلوں کے پاس (شہر آنے سے پہلے) پہنچ جاتے تھے اور ان سے غلہ خرید لیا کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس فعل سے منع فرمادیا کہ ہم اس غلے کو بازار میں پہنچنے سے پہلے خریدیں"۔

تلقی الرکبان سے متعلق عمدہ القاری میں ہے:

ایسے معاملات میں شریعت لوگوں کے مفاد کو دیکھتی ہے اور مفاد کا تقاضا ہے کہ گروہ کو فرد پر نہ دیکھا جائے۔ پس جب اعرابی اپنے آپ کو بیچتا ہے تو بازار کے تمام لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور سستی چیزیں خریدتے ہیں اور ملک کے تمام باشندے ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ شریعت ملک کے لوگوں کو بدویوں سے زیادہ دیکھتی ہے۔ چونکہ تلقی میں صرف متلقی کو ہی فائدہ ہوتا ہے۔ اس لیے شہر سے باہر بیع منع ہے۔[38]

تلقی الرکبان سے متعلق فتح الباری میں ہے:

اور یہ کہ اس کی خرید و فروخت باطل ہے، کیونکہ اس کا مالک گنہگار اور نافرمان ہے اگر اسے اس کا علم ہو، اور یہ فروخت میں دھوکہ ہے، اور دھوکہ دہی جائز نہیں ہے۔ جہاں تک یہ حقیقت ہے کہ جس فریق نے خرید و فروخت کی ہے وہ گناہ گار ہے اور اس کے دھوکہ دہی کی دلیل صحیح ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ فروخت باطل ہے۔ کیونکہ ممانعت خود عقد میں واپس نہیں جاتی، اور اس کے کسی ستون یا شرط کی خلاف ورزی نہیں کرتی۔ بلکہ یہ مسافروں کو نقصان سے بچانے کے لیے ہے۔[39]

فقہاء اسلام نے "تلقی الرکبان کی تشریح اس طرح کی ہے کہ جب کبھی شہر میں غلہ یا دیگر اشیا خورونی کی قلت ہو اور قحط کے آثار نمایاں ہوں اور شہر کے تاجر شہر سے نکل کر شہر کی طرف آنے والے تجارتی قافلوں کو راستہ ہی میں روک کر ان کا تجارتی سامان (خصوصاً اشیاء خورونی، خرید کر اور چور بازار میں لاکر اپنی شرائط کے مطابق فروخت کریں اور من مانی قیمت وصول کریں۔[40]

موجودہ دور میں مہذب احتکار کی مندرجہ ذیل شکلیں رائج ہیں۔

- **شرکت قابضہ:** ایسی شرکت میں پیداواری کاروبار کے اکثر حصص حصہ دار ہی خریدتے ہیں۔ لہذا وہ کسی شے یا خدمت کی پیداوار کی حد اور اس کی قیمت کا تعین اپنی مرضی سے کرتے ہیں اور یوں خریداروں کا استحصال کرتے ہیں۔

- **ادماج:** اس استحصالی طریقہ کے مطابق چند کمپنیاں مل کہ ایک وحدت قائم کر لیتی ہیں۔ اور یوں کسی شئے کی پیداوار اور اس کی قیمت پر اجارہ داری قائم کر لیتی ہیں۔
- **وحدت قیمت :** چند مل مالکان یا کارخانہ داران مل کر بازار میں ایک قیمت طے کر لیتے ہیں اور اس قیمت کے ذریعے گاہکوں کا استحصال کرتے ہیں اور اپنے نفع کا زیادہ سے زیادہ حصول ممکن بنا لیتے ہیں۔[41]

مولانا ابو الکلام آزاد نے اس طرح تحریر کیا ہے:

قرآن وسنت کی تعلیمات اور صحابہ کرام کی عملی زندگی کے مطالعہ کے بعد مجھے اس حقیقت کا پورا اذعان ہو گیا ہے کہ اسلام کے بنائے ہوئے اجتماعی نقشہ میں دولت اور وسائل دولت کے احتکار اور اکتناز کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ احتکار یہ کہ دولت کا کسی ایک طبقہ ہی میں محصور ہو جاتا۔ اکتناز یہ کہ دولت کے بڑے بڑے خزانوں کا افراد کے پاس جمع ہو جانا۔ اس نے سوسائٹی کی نوعیت کا جو نقشہ بنایا ہے اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے نہ مفلس و محتاج طبقے۔ ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائے گی۔ بلاشبہ زیادہ سے زیادہ کمانے والے افرد موجود ہوں گے۔ کیونکہ سعی وکسب کے بغیر کوئی مؤمن زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا اتنا ہی زیادہ اتفاق پرور بھی ہو گا اور اس لیے افراد کی کمائی جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی زیادہ جماعت بحیثیت جماعت کے خوشحال ہوتی جائے گی۔ قابل اور مستعد افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے لیکن صرف اپنے ہی لیے نہیں کمائیں گے تمام افراد قوم کے لیے کمائیں گے۔ یہ صورت پیدا نہ ہو سکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقوں کے لیے محتاجی و مفلسی کا پیام ہو جائے جیسا کہ اب عام طور پر ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ اگر مسلمان آج اور کچھ نہ کریں صرف زکوۃ کا معاملہ ہی احکام قرآنی کے مطابق درست کر لیں تو بغیر کسی تامل کے دعوی کیا جا سکتا ہے کہ ان کی تمام اجتماعی مشکلات و مصائب کا حل خود بخود پیدا ہو جائے گا۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمانوں نے یا تو احکام قرآنی کی تعمیل یک قلم ترک کر دی ہے یا پھر عمل بھی کر رہے ہیں تو اس طرح کہ فی الحقیقت عمل نہیں کر رہے ہیں۔[42]

احتکار واکتناز کے نقصانات:

1۔ ذخیرہ اندوزی اللہ عَزَّوَجَلَّ اور رسول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی ناراضی کا سبب ہے۔ جیسا کہ ابو بکر بن ابی شیبہ کی المصنف میں روایت میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ» :مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللَّهِ، وَبَرِئَ اللَّهُ مِنْهُ[43]

"ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے چالیس راتوں تک کھانا ذخیرہ کیا اس نے اللہ سے بیزاری اختیار کر لی اور اللہ نے اس سے بیزاری کر لی"۔

2۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے ذخیرہ اندوزی کرنے والا حدیثِ پاک کے مطابق جُذام کوڑھ کے مرض اور مُفلِسی کا شِکار ہو جاتا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ» :مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَامَهُمْ، ضَرَبَهُ اللَّهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ۔[44]

"حضرتِ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا:" جس نے مسلمانوں پر غلّہ روک دیا، اللہ تعالیٰ اُسے جُذام (کوڑھ) اور اِفلاس میں مبتلا فرمائے گا"۔

3۔ ایسے شخص کا دل سخت ہو جاتا ہے

4۔ ایسے شخص کو قلبی بے چینی اور مالی نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔

احتکار و اکتناز کی ممانعت کے اثرات:

احتکار و اکتناز کی ممانعت سے معاشرے پر بڑے مثبت اور دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جو اسلامی معاشی اصولوں کے عین مطابق ہیں۔

1۔ رضاالٰہی کا حصول:

احتکار کی ممانعت رضائے الٰہی کا سبب بنتی ہے۔ جب ایک مومن بندہ پر اللہ کی محبت غالب ہو تو وہ وقتی نفع کو نہیں دیکھتا۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِؕ45-(اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔) لیکن جب انسان پر جب دنیا کی محبت غالب آجائے تو پھر وہ حلال و حرام، جائز و ناجائز کی تمیز کھو دیتا ہے۔ پھر انسان دنیاوی مال و اسباب اکھٹا کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔

لیکن جب انسان اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ اللہ اس انسان کے مال میں برکت عطا فرماتا ہے۔ وہ احتکار و اکتناز جیسی برائیوں سے دور رہتا ہے۔
حضرت امام احمد بن حنبلؒ کتاب الزھد میں حدیث مبارکہ نقل فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا بَكَّارٌ قَالَ: سَمِعْتُ وَهْبًا يَقُوْلُ: إِنَّ الرَّبَّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ فِي بَعْضِ مَا يَقُوْلُ لِبَنِيْ إِسْرَائِيلَ: إِنِّيْ إِذَا أُطِعْتُ رَضِيْتُ، وَإِذَا رَضِيْتُ بَارَكْتُ، وَلَيْسَ لِبَرَكَتِيْ نِهَايَةٌ، وَإِنِّيْ إِذَا عُصِيْتُ غَضِبْتُ، وَإِذَا غَضِبْتُ لَعَنْتُ، وَلَعْنَتِيْ تَبْلُغُ السَّابِعَ مِنَ الْوَلَدِ۔"46

"امام احمدؒ نے وہبؒ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا: جب میری اطاعت کی جاتی ہے تو میں راضی ہوتا ہوں، اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو برکت عطا کرتا ہوں، اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں اور جب میری نافرمانی کی جاتی ہے تو میں غضب ناک ہوتا ہوں تو میں لعنت کرتا ہوں اور میری لعنت کا اثر سات پشتوں تک رہتا ہے۔"

2۔ قیمتوں میں استحکام اور مہنگائی میں کمی:

جب تاجر اور کاروباری حضرات اشیائے ضروریہ کو بلاوجہ ذخیرہ کرنے کی بجائے انہیں فوراً منڈی میں لاتے ہیں، تو اس سے رسد (supply) میں اضافہ ہوتا ہے۔ رسد کی فراوانی کے باعث مصنوعی قلت پیدا نہیں ہوتی اور قیمتیں مستحکم رہتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے: اَلْجَالِبُ مَرْزُوقٌ[47] (مال لانے والا رزق دیا گیا)۔ جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اشیاء کی آزادانہ نقل و حرکت اور فروخت سے نہ صرف لانے والے کو رزق ملتا ہے بلکہ معیشت میں بھی برکت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں مہنگائی میں کمی آتی ہے اور عوام کو مناسب قیمت پر اشیاء دستیاب ہوتی ہیں۔

3۔ قوت خرید میں اضافہ اور معاشی خوشحالی

قیمتوں کے مستحکم ہونے اور مہنگائی میں کمی آنے سے عام آدمی، خاص طور پر غریب اور متوسط طبقے کی قوت خرید میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب لوگ اپنی بنیادی ضروریات سستے داموں پوری کر سکتے ہیں تو ان کے پاس دیگر اشیاء اور خدمات پر خرچ کرنے کے لیے رقم بچتی ہے۔ یہ اضافی اخراجات اقتصادی سرگرمیوں کو فروغ دیتے ہیں اور نئے کاروباروں کے لیے مواقع پیدا کرتے ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر ملک میں معاشی خوشحالی آتی ہے۔

4۔ سرمایہ کی گردش میں تیزی اور روزگار کے مواقع

ذخیرہ اندوزی نہ ہونے کی صورت میں سرمایہ ایک جگہ منجمد نہیں ہوتا بلکہ مسلسل گردش میں رہتا ہے۔۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: "كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ" 48 (تاکہ وہ (دولت) تم میں سے صرف مال داروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتی رہے ۔ تاجر مال بیچ کر نیا مال خریدتے ہیں، سپلائرز کو ادائیگیاں ہوتی ہیں، اور اشیاء کی پیداوار و نقل و حمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سرمایہ کی یہ تیز گردش نئے منصوبوں میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، جس سے روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ بے روزگاری میں کمی آتی ہے اور لوگوں کی آمدنی بڑھتی ہے۔ اور معاشرتی عدل قائم ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کرنے والے کو "خطاکار" اور "ملعون" قرار دیا ہے، جو اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ یہ عمل معاشرتی عدل کے خلاف ہے۔

5۔ حکومتی رٹ کا قیام اور اعتماد میں اضافہ

جب ذخیرہ اندوزی پر قابو پایا جاتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ حکومت بازار پر کنٹرول رکھتی ہے اور عوامی فلاح و بہبود کو ترجیح دیتی ہے۔ اس سے عوام کا حکومتی اداروں پر اعتماد بڑھتا ہے۔ بازار میں شفافیت آنے سے سرمایہ کار بھی ملک میں سرمایہ کاری کرنے میں خود کو زیادہ محفوظ محسوس کرتے ہیں، کیونکہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کاروبار ذخیرہ اندوزوں کی من مانیوں سے محفوظ رہے گا۔

6. معاشرتی ہم آہنگی اور اخلاقی اقدار کا فروغ

ذخیرہ اندوزی نہ کرنے کا مطلب ہے کہ کاروباری حضرات حلال اور جائز منافع پر قناعت کرتے ہیں، اور دوسروں کی مجبوریوں کا فائدہ نہیں اٹھاتے۔ یہ عمل معاشرتی عدل و انصاف کو فروغ دیتا ہے اور طبقاتی تقسیم کو کم کرتا ہے۔ جب ہر طبقے کے لوگوں کو بنیادی ضروریات آسانی سے میسر ہوں تو معاشرے میں ہم آہنگی اور امن کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ یہ اسلامی اخلاقی اقدار، جیسے ایثار، عدل، اور انسانی ہمدردی کو بھی مضبوط کرتا ہے۔

خلاصہِ البحث:

اسلام دینِ فطرت ہے، اسلامی تعلیمات کی روح یہ ہے کہ کاروبار فطری انداز سے جاری وساری رہے۔ طلب اور رَسَد میں توازن رہے۔ لہٰذا اگر مارکیٹ میں غلہ وافر مقدار میں موجود ہے تو خرید کر اسٹاک کرنا منع نہیں ہے۔ کیونکہ تجارتی منصوبہ بندی اسی طریقے سے ہوتی ہے۔ لیکن اگر کبھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ اشیائے صرف میں سے کسی چیز کی پیداوار معاشرے کی ضرورت سے کم ہو یا قومی اور بین الاقوامی طور پر طلب کے مقابلے میں رَسَد کم ہو گئی ہے۔ تو ایسے حالات میں کوئی سرمایہ دار یا کاروباری شخص مارکیٹ سے اُس مال کو خرید کر ذخیرہ کر لیتا ہے یا یہ مال پہلے سے اُس کے گوداموں میں موجود ہے۔ لیکن شدید طلب کے باوجود وہ اِسے روکے رکھتا ہے اور مارکیٹ میں سپلائی نہیں کرتا کہ طلب بڑھے اور لوگ مجبوراً بنیادی ضرورت کی اشیاء کاروبار کے فطری اصول کے خلاف انتہائی مہنگے داموں خریدنے پر مجبور ہو جائیں تو یہ احتکار ہے اور یہ کام وہی لوگ کرتے ہیں، جو شقی القلب ہوں، سنگ دل ہوں، استحصالی مزاج رکھتے ہوں اور لوگوں کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنی تجوریاں بھر رہے ہوں لہٰذا یہ عمل اور یہ طرزِ فکر غیر اسلامی اور غیر انسانی ہے۔ پاکستان میں بھی بعض اوقات ایسی صورت حال دیکھنے کو ملتی ہے۔ بجٹ آنے سے چند دن پہلے بہت سی چیزیں بازار سے غائب ہو جاتی ہیں۔ ہر وہ چیز جس کے دام بڑھنے کا امکان ہو بازار میں نظر نہیں آتی۔ تیل، چینی، گھی اور سیگریٹ سمیت متعدد چیزیں ذخیرہ کر لی جاتی ہیں۔ بجٹ میں قیمتیں بڑھتے ہی گوداموں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دھڑا دھڑ مہنگی اجناس فروخت ہونے لگتی ہیں۔ چاول، گندم اور آٹے سے بھی یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ حکومت احتکار و اکتناز پر قدغن لگا سکتی ہے۔ حکومت زبردستی اپنے مقرر کردہ نرخوں پر کسی تاجر کا غلہ بیچ سکتی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانی زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح خرید و فروخت کے میدان میں بھی اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ احتکار و اکتناز سے اجتناب ایک پائیدار اور عادلانہ معاشی نظام کی بنیاد فراہم کرتا ہے بلکہ ملک کی مجموعی اقتصادی ترقی اور استحکام کا باعث بنتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] ابن منظور، **لسان العرب**، ج4، ص:208۔

[2] ایضاً۔

[3] الزّبيدي، محمّد مرتضى الحسيني، **تاج العروس من جواهر القاموس**، ج:11، ص:72، وزارة الإرشاد والأنباء في الكويت، (1385 - 1422ھ) (1965 - 2001)

[4] ابن الأثير، محمد بن محمد، ابن عبد الكريم الشيباني، **النهاية في غريب الحديث والأثر**، المكتبة العلمية - بيروت، 1399ھ - 1979م۔

[5] ڈاکٹر محمد طاہر القادری، **اسلامی نظامِ معیشت کے بنیادی اُصول**، ص 141، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور۔

[6] **الموسوعة الفقهية الكويتية**، ج:2، ص:90، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية - الكويت، الطبعة الثانية، دار السلاسل - الكويت۔

[7] ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، **لسان العرب**، ج:5، ص:402، دار صادر - بیروت۔

[8] **القرآن**، التوبۃ:34-35۔

[9] بدالماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**، ص:351-352، مجلس نشریات قرآن کراچی۔

[10] **القرآن**، الحشر:07۔

[11] **القرآن**، الھمزۃ:1-4۔

[12] ابن جرير الطبري، أبو جعفر، محمد، **جامع البيان عن تأويل آي القرآن**، ج::24، ص:598، دار التربية والتراث - مكة المكرمة۔

[13] **القرآن**، آل عمران:92۔

[14] المودودی، سید ابو الاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، ج:1، ص:272، ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔

[15] محمد بن إسماعيل البخاري، **صحيح البخاري**، ج:2، ص:530، حدیث:1392، (دار ابن كثير، دار اليمامة) - دمشق۔

[16] **القرآن**، البقرۃ:03۔

[17] حقانی، ابو محمد عبد الحق، **تفسیر فتح المنان**، ج:1، ص:87، میر محمد کتب خانہ کراچی۔

[18] **القرآن**، بنی اسرآئیل:29۔

[19] https://shamilaurdu.com/

[20]۔ القرآن، فرقان:67۔

[21]**القرآن** .البقرة:219۔

[22]**القرآن**، .البقرة:254۔

.[23]القرآن، **المعارج**:24-25۔

.[24]حفظ الرحمن سیوہاروی، **اسلام کا اقتصادی نظام**،ص:117-120، شیخ الحدیث اکیڈمی کراچی۔

.[25]البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي، **السنن الكبرى**،ج:4،ص:139، رقم الحدیث:7230، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان۔

.[26]- **مسلم**، الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الاحتکار في الأقوات ،ج:3،ص:1227، حدیث:1605۔

.[27]محمد بن عبد الله الحاكم، **المستدرک علی الصحیحین**،ج:2،ص:15، حدیث:2168، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۱ - ۱۹۹۰، دار الكتب العلمية–بيروت،۔

.[28]ایضا، حدیث:2165۔

.[29]- **ابن ماجہ**، السنن، کتاب التجارات باب الحکرۃ والجلب، ج:2، ص:728، حدیث:2153 ۔

رقم:۲۱۵۳۔

.[30]- **مسلم**، الصحیح، کتاب اللقطۃ، باب استحباب المؤاساۃ بفضول المال، ج:3، ص:1354، حدیث:1728۔

.[31]- **بخاري**، الصحیح، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ في الإسلام، ج:5، ص:2061، حدیث:5078۔

.[32]محمد بن جرير الطبري، **تاريخ الطبري**،ج:4،ص:226، الطبعة: الثانية 1387ھ-، دار المعارف بمصر۔

.[33]-**بخاري**، الصحیح، مایذکر فی بیع الطعام والحکرۃ، ج:2، ص:750، حدیث:2024۔

.[34]ایضا، حدیث:2025۔

.[35]ایضا، حدیث:2033۔

.[36]نور محمد غفاری، **اسلام کا قانون تجارت**،ص:68، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور۔

.[37]**بخاري**، الصحیح، کتاب البیوع، بَابُ مُنْتَهَى التَّلَقِّي، ج:3، ص:214۔

.[38]بدر الدين العيني، **عمدة القاري شرح صحيح البخاري**،ج:11،ص:287 (دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر)-بيروت۔

.[39]أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، **فتح الباري بشرح البخاري**،ج:4،ص:368، المكتبة السلفية-مصر۔

.[40]نور محمد غفاری، **اسلام کا قانون تجارت**،ص:67۔

.[41]ایضا،ص:69۔

.[42]مولانا ابو الکلام آزاد، **ترجمان القرآن**،ص:186، اسلامی اکیڈمی، اردو بازار لاہور۔

.[43]أبي شيبة الكوفي، **المصنف في الأحاديث والآثار**،ج:4،ص:302، دار التاج-لبنان۔

.[44]ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، **سنن ابن ماجہ**،ج:2،ص:729، دار إحياء الكتب العربية-فيصل عيسى البابي الحلبي۔

[45]**القرآن**، .البقرة:165 ۔

.[46]أحمد بن محمد بن حنبل ، **الزهد**،ص:47، حدیث:89، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان۔

.[47]**ابن ماجہ، السنن**، کتاب التجارات باب الحکرۃ والجلب، ج:2، ص:728، حدیث:2153۔

.[48]**القرآن**، الحشر:7۔